تاریخِ پنجاب: زمانہ قدیم تا ۱۹۴۷ء

Punjab History: From Ancient Period to 1947

پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد*

ڈاکٹر کشور سلطانہ**

Abstract

A number of books and article on the history of the Punjab have been written and published, but these mostly deal with one or other aspect or period of history. There are very few in which the history of the Punjab has been dealt with briefly from Ancient times to the present times until 1947 when Pakistan was established and the Punjab was divided between Hindustan and Pakistan on Muslim or non-Muslim population basis. This article deals with the history of the Punjab from ancient times to 1947. Moreover, in most of the books, the history and position of the Punjab during the Muslim period of rule has been ignored or not focused. This article focuses the position of Punjab during the whole of Muslim period from 712 AD to 1799 AD. The Muslim Rule has been divided into two periods; first starting from 712 when Mohammad bin Qasim conquered Sindh and Multan when Arabic language was made dominant, second starting from 1021 when Sultan Mahmood of Ghazna conquered Multan and Lahore and made Persian language as and official language of the Punjab. This Persian language and cultural influence continued for centuries to come until the coming of Ranjit Singh who was also forced to allow continuation of Persian language as the official language of the Punjab and NWFP (now KP). Multan and Lahore were two important provinces especially

* سابق ڈائریکٹر، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، قائدِاعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

during the Mughal period of rule starting from 1526. It also deals with the Sikh period from 1799 to 1849. The specialty of the Sikh rule was that it not only kept up the Persian language as the official language of Punjab but pattern of administration was also on the Muslim pattern continuing since centuries. The British rule began from 1849. When the British Viceroy, Lord Dufferen, came to Lahore in Nov 1888, he addressed the Darbar in Persian language. In this Darbar, the elite of Lahore consisting of Sikhs, Muslims, and Hindus were invited. The British did contribute a lot towards the developments of the Punjab in terms of urban development, forest development, cultivation, canal development from the five rivers of the Punjab and establishment of some new cities of the Punjab as discussed in this article. As far as the sources used in this article are concerned, an effort has been made to be careful enough to use the reliable sources of our history so that authentic version of the position of the Punjab in history is explained.

تلخیص

''صوبہ پنجاب''کا نام فارسی لفظ ''پنج آب''(یعنی پانچ دریا) سے ماخوذ ہے، جو کہ مسلم دورِ حکومت کے اثر کا عکاس ہے۔(۱) مختلف ادوار میں صوبہ پنجاب کی حیثیت مختلف رہی ہے۔ مسلم دور حکومت میں صوبہ پنجاب دو حصّوں میں تقسیم رہا ہے۔یعنی صوبہ لاہور اور دوسرا صوبہ ملتان(۲) انگریزی دورِ حکومت میں جب ۱۸۴۹ء میں پنجاب کو برطانوی راج میں شامل کر دیا گیا تو ملتان کو بھی ملا کر پنجاب کا الگ صوبہ بنا دیا گیا۔ بلکہ صوبہ سرحد کو بھی صوبہ پنجاب کا حصّہ بنا دیا گیا۔تاہم ۱۹۰۱ء میں سرحد کو علیحدٰہ کر کے صوبہ بنایا گیا اور باقی حصّہ کو پنجاب صوبہ میں مدغم کر دیا گیا۔ ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو جب قیام پاکستان ہوا تو برطانوی صوبہ پنجاب کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ایک حصّہ کو جو مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل تھا، پاکستان میں شامل کر دیا گیا۔ دوسرا حصّہ یعنی مشرقی پنجاب جس میں ہندو اور سکھ اکثریت میں تھے، ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔

تعارف

پاکستان کے پنجاب کا رقبہ ۲۰۵،۱۳۴۴ مربع کلو میٹر جبکہ ہندوستان کے پنجاب کا رقبہ ۵۰،۳٦ مربع کلو میٹر ہے۔ حکومت ہند نے ۱۹٦٦ء میں پنجاب کو ہریانہ اور ہماچل پردیش میں تقسیم کر دیا۔یعنی کہ برصغیر کا

جو علاقہ شرقاً غرباً انبالہ سے اٹک تک اور شمالاً جنوباً اسلام آباد سے بہاولپور تک پھیلا ہوا ہے، پنجاب کے نام سے موسوم ہے۔(۳) پاکستان کے پنجاب کو اسی طرح الگ رکھا گیا جسے ۱۹۴۷ء میں اِسے ریڈ کلف ایوارڈ کی صورت میں کیا گیا۔

آبادی کے لحاظ سے پنجاب، پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے جو کہ ملک کی ۵۶ فیصد آبادی پر مشتمل ہے۔ صوبہ کی زراعت بہت مشہور ہے۔ پنجاب، وادیٔ سندھ تہذیب کا اہم حصّہ ہے، اِس کی تاریخ ۷۰۰۰ ق م تک جاتی ہے۔ ہڑپہ اس تہذیب کا اہم مقام تھا۔(۴)

قدیم پنجاب

پنجاب کی تہذیب کا آغاز ۷۰۰۰ ق م میں ہوا۔ جو تقریباً ۲۸۰۰ ق م کے قریب اپنے عروج پر تھی۔ پنجاب میں آریاؤں کی آمد سے قبل (۱۵۰۰ ق م) منڈا اور دراوڑی قبائل آباد تھے۔ لیکن ۲۵۰۰ تا ۱۵۰۰ ق م کے درمیان وسطی ایشیاء سے ہجرت کر کے آریالوگ یہاں آئے اور آباد ہوئے۔ وادیٔ سواں، ٹیکسلا، ہڑپہ اور موہنجوداڑو وغیرہ کی شہری اور مہذب آبادیوں سے متعلق اگرچہ کسی جنگ کا کوئی تاریخی ریکارڈ موجود نہیں ہے، تاہم ان شہروں کی کھدائی سے جو تہذیبی آثار ملے ہیں۔ ان سے اس نتیجے پر پہنچنا غلط نہ ہوگا کہ اس علاقے کے لوگ جنگ جیسی کارروائیوں میں حصہ لیتے رہے۔

اس طرح یہ تہذیب دنیا کے قدیم ترین تہذیبوں میں شامل ہے۔ ہڑپہ ساہیوال کے قریب واقع ایک قصبے کا نام ہے، جہاں اس تہذیب کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔(۵)

وادیٔ سندھ تہذیب (۳۵۰۰ ق م۔۱۵۰۰ ق م)

۳۰۰۰ میں وادی سندھ تہذیب کا آغاز ہوا جو ۱۵۰۰ تک جاری رہا۔ پنجاب میں ہڑپہ اور سندھ میں موہنجودڑو میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں ان جگہوں سے وادی سندھ کے آثار ملے ہیں جو کہ کرنسی، مٹی کے برتنوں، عورتوں کے زیورات کی صورت میں دریافت ہوئے ہیں۔ یہ تہذیب ۱۵۰۰ ق م کے قریب ختم ہو گئی۔ اس تہذیب کے مذہب کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔

آریائی حملہ (۱۸۰۰ق م۔۱۵۰۰ق م)

۱۸۰۰ق م میں وسط ایشیاء سے آریائی قوم پنجاب اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں آباد ہوئی۔آبادی کی نقل مکانی کا عمل تقریباً تین سو سال تک جاری رہا اور یہاں کی مقامی آبادی کے زیادہ لوگ بھاگ کر ہندوستان کے علاقوں پر پھیل گئے۔(۶)

دیدیائی تہذیب (۱۵۰۰ق م۔۵۰۰ق م)

۱۵۰۰ق م میں آریا لوگوں نے ہندو مذہب کا آغاز کیا اور مذہبی کتاب ویدا کی پہلی کتاب اسی علاقے میں لکھی گئی۔اس طرح ہندو مذہب ۵۰۰ق م تک اس علاقے میں رائج رہا۔(۷)

بدھ مت تہذیب (۵۰۰ق م۔۳۰۰ق م)

۵۰۰ق م میں پنجاب کے لوگوں میں ہندو مذہب کا زور ختم ہو گیا اور گوتم بدھ کی تعلیمات پھیل گئیں۔اس طرح پنجاب اور پورے پاکستان کی اکثر آبادی بدھ تہذیب میں بدل گئی۔اس تہذیب کا مرکز پنجاب کا شہر ٹیکسلا تھا۔اس طرح بدھ تہذیب نے عروج حاصل کیا۔اگرچہ سکندر اعظم نے ۳۲۱ق م میں پنجاب اور سرحد پر حملہ کیا لیکن بدھ تہذیب جاری رہی۔(۸)

گندھارا تہذیب (۳۰۰ق م۔۹۰۰ق م)

سکندر اعظم کے حملہ کی وجہ سے بدھ تہذیب میں نیا موڑ آیا اور یورپی اثرات کی وجہ سے اس تہذیب نے گندھارا تہذیب کے نام سے زور پکڑا اور یہ تہذیب نہ صرف پورے پاکستان پر چھا گئی۔بلکہ باہر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے۔مثلاً مشرق وسطی بھی اس سے متاثر ہوا۔چین، جاپان، کوریا اور دیگر علاقے بھی اس تہذیب سے متاثر ہوئے۔اس طرح پاکستان کے علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت سے قبل اس تہذیب کا اثر ہوا۔(۹) گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی صدی ق م سے چھٹی صدی عیسوی تک پہلویوں، پارتھیوں، سکواہنوں اور ہنوں کے حملے ہوتے رہے۔جبکہ ۵۵۵ء میں ترکوں نے اس علاقے پر قبضہ حاصل کر لیا۔

مسُلم دور حکومت (۷۱۲ء تا ۱۷۹۹ء)

مسلم سلاطین، بادشاہوں اور حکمرانوں نے پنجاب پر ایک ہزار سال تک حکومت کی۔سب سے پہلے محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں ملتان کو اسلامی سلطنت امویہ عہد کا حصّہ بنایا جو کہ بعد میں عباسی خلافت کے دور

حکومت میں شامل کیا گیا۔ مسلم دور حکومت، دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلے دور (۷۱۲ء تا ۱۰۲۰ء) میں یہ علاقہ عربوں کے زیرِ اثر رہا لیکن بعد کے دور میں (۱۰۲۰ء تا ۱۷۹۹ء) اس علاقے پر اپنے مسلمان حکمرانوں نے حکومت کی۔ مسلم تہذیب کی وجہ سے پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں فارسی زبان وادب نے فروغ حاصل کیا۔ فارسی زبان وادب کے بھی دو دور ہیں۔

پہلا دور (۱۰۲۰ء تا ۱۱۹۲ء) میں لاہور نے علم و تہذیب کے گہوارے کے طور پر فروغ حاصل کیا۔ پھر اس مسلم تہذیب کو سلطان شہاب الدین غوری نے ترائین کی دوسری جنگ (۱۱۹۲ء) میں ہندو راجہ پرتھوی راج کو شکست دے کر نہ صرف دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا بلکہ بنگال تک شمالی ہند کے تمام علاقے قبضہ میں لے کر مسلم حکومت کی بنیاد دہلی میں ڈالی۔ لیکن لاہور کو اس میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ ۱۲۰۶ء میں شہاب الدین غوری کی وفات کے بعد اس کے غلام قطب الدین ایبک نے دہلی کے پہلے سلطان بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

اس طرح مسلم سلطنت دہلی میں ۱۵۲۶ء تک چلتی رہی اور ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی میں ظہیر الدین بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا اور مغل سلطنت کی بنیاد ڈالی، مغل سلطنت ۱۸۵۸ء تک چلتی رہی لیکن پنجاب کا علاقہ اس سے پہلے ہی ۱۷۹۹ء میں سکھ رہنما مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زیر اثر ہو گیا۔ رنجیت سنگھ کی وفات ۱۸۳۹ء میں ہوئی۔ اور رنجیت سنگھ کے کمزور جانشینوں نے سکھ حکومت کو کمزور کر دیا۔ پھر انگریزوں نے سکھوں کی افواج کو ۱۸۴۹ء میں شکست دے کر صوبہ پنجاب کو برطانوی راج میں شامل کر لیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، سلاطین دہلی اور مغل دور حکومت میں پنجاب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک صوبہ ملتان اور دوسرا لاہور۔ اس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

غزنوی دور حکومت (۱۰۲۰ء تا ۱۲۰۶ء)

راجہ انندل کو شکست دے کر ۱۰۲۰ء کے موسم بہار میں سلطان محمود غزنوی لاہور آیا اور یہاں ایک مہینہ قیام کر کے اطراف وقرب وجوار کے علاقوں کو اس میں شامل کیا اور شیخ ایاز کو اپنا پہلا صوبیدار (گورنر) مقرر کر کے لاہور اور اس کے دیگر علاقوں پر غزنوی سلطنت کی طرف سے انتظام وانصرام سنبھالا اور محمود کے نام کا سکہ جاری ہوا اور اس کے نام سے خطبہ پڑھا جانے لگا۔ (۱۰) اس سلسلے میں پہلا کام سلطان محمود غزنوی

نے یہ کیا کہ جب اس نے ۴۱۱ھ بمطابق ۱۰۲۱ء میں لاہور کو باقاعدہ طور پر غزنی کی سلطنت میں شامل کر لیا تو فارسی زبان وادب کی بنیاد ڈالی۔ محمود کے بعد اس کا بیٹا سلطان مسعود کے نام سے جانشین ہوا اور اس نے ۹ سال تک حکومت کی۔ پھر اس کا بیٹا سلطان مودود کے نام سے حکمران بنا۔ پھر اس کے بعد سلطان ابراہیم بن مسعود غزنوی کے نام سے سلطان بنا۔ اس طرح صوبہ لاہور کا انتظام وانصرام غزنوی سلطنت کے تحت چلتا رہا۔ حتیٰ کہ سلطان شہاب الدین غوری ۵۷۶ھ میں غزنی کا سلطان بن گیا اور اس نے بھی لاہور کو اپنی سلطنت کے انتظام وانصرام میں شامل رکھا، اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ (۱۱)

پھر ۱۱۹۲ء میں ترائین کی دوسری لڑائی میں مہاراجہ پرتھوی راج کو شکست دے کر دہلی اور آگرہ کو فتح کر لیا، اور اس نے اپنی حکومت کو پاکستان، شمالی ہندوستان اور بنگلہ دیش تک پھیلا دیا اور پاکستان، شمال ہند اور بنگلہ دیش کے انتظام وانصرام کو چلانے کے لیے قطب الدین ایبک کو گورنر مقرر کیا۔ ایبک نے ۱۲۰۶ء میں سلطان غوری کی وفات کے بعد دہلی کے پہلے سلطان ہونے کا اعلان کیا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ اس طرح ۱۲۰۶ء میں لاہور غزنوی کی عملداری سے نکل کر دہلی سلطنت کا حصّہ بن گیا۔ (۱۲)

صوبہ ملتان کو الگ صوبے کے طور پر غزنی سلطنت کا حصّہ بنایا گیا۔ ۱۰۰۵ء میں سلطان محمود غزنوی نے ملتان کے اسماعیلی حکمران ابوالفتح داؤد کو شکست دے کر ملتان کو غزنی کی عملداری میں شامل کر لیا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور اپنا گورنر مقرر کیا۔ پھر اس کے تحت تمام سندھ کو بھی شامل کر لیا۔ ملتان کے ساتھ ساتھ اوُچ کو بھی صوبائی مرکز بنایا گیا اور اس طرح گورنر ملتان اور اُچ میں رہ کر غزنی سلطنت کی طرف سے انتظام وانصرام چلاتا گیا۔

محمود کے بعد دیگر غزنی سلاطین کے دور میں ملتان اور سندھ پر غزنی حکومت قائم رہی حتیٰ کہ سلطان شہاب الدین غوری جب غزنی کا سلطان بنا تو اس نے ناصر الدین قباچہ کو ملتان اور اُچ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن جب ۱۲۰۶ء میں شہاب الدین غوری فوت ہوا اور دہلی اور لاہور میں قطب الدین ایبک نے اپنے سلطان ہونے کا اعلان کیا تو ناصر الدین قباچہ نے اس کی سلطنت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ (۱۳)

عہد سلاطین دہلی (۱۲۰۶ء تا ۱۵۲۶ء)

لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ عہد سلاطین کے پہلے سلطان، سلطان قطب الدین ایبک کی تاجپوشی

لاہور میں ۲۴ جولائی ۱۲۰۶ء کو ہوئی۔(۱۴) گویا کہ برصغیر جنوبی ایشیاء میں پہلی مرکزی اسلامی حکومت قائم ہوئی اور دہلی کو اپنی سلطنت کا پایہ تخت بنایا۔ مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کے لیے صوفیائے کرام برصغیر میں آنا شروع ہو گئے۔ان کی پاکیزہ زندگی، بلند کردار اور حُسن اخلاق سے متاثر ہو کر ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا اور یوں برصغیر میں اسلام کی نشر و اشاعت ان صوفیائے کرام کی مرہون منت ہے۔(۱۵)

شہاب الدین غوری کے دوسرے غلام ناصر الدین قباچہ نے سندھ، ملتان اور شیروان میں علیٰحدہ سلطان کا لقب اختیار کر کے اعلان کیا۔ لیکن ۱۲۱۰ء میں جب دہلی میں شمس الدین التمش نے سلطان ایبک کی وفات کے بعد سلطان بننے کا اعلان کیا تو حضرت بہاؤالدین ذکریا کی ترغیب پر سلطان کے امراء نے یہ مشورہ دیا کہ ناصر الدین قباچہ کے ساتھ صلح کی جائے تو التمش نے ناصر الدین قباچہ کے ساتھ صلح کر لی اور یوں ملتان اور سندھ کا علاقہ پھر دہلی سلطنت میں شامل ہو گیا۔(۱۶)

خلجی دور حکومت (۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۱ء)

خلجی دورِ حکومت میں سلطان جلال الدین خلجی نے لاہور ملتان اور سندھ کو ملا کر اپنے بیٹے ارکل خان کو گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن ارکل خان کا زیادہ تر قیام ملتان میں ہوا کرتا تھا۔(۱۷) سلاطین تغلق کے دور حکومت (۱۳۲۱ء تا ۱۳۹۸ء) میں بھی لاہور کا ایک الگ گورنر ہوتا اور اسی طرح ملتان، اور سندھ کے الگ الگ گورنر تھے(۱۸) سلاطین لودھی کے دور حکومت (۱۳۹۸ء تا ۱۵۲۶ء) میں بھی یہی صورت حال رہی۔ تاہم لاہور اور ملتان علمی اور ادبی لحاظ سے بہت ترقی کرتے رہے۔(۱۹)

عہد مغلیہ سلطنت (۱۵۲۶ء۔۱۷۹۹ء)

مغل دور حکومت میں صوبہ لاہور اور صوبہ ملتان کی باقاعدہ حد بندی کی گئی اور اس کی جغرافیائی حدود مقرر کی گئیں۔ آئین اکبری میں صوبہ لاہور کی حد بندی یوں بیان کی گئی ہے۔ ابوالفضل نے مغل بادشاہ کے دور حکومت میں مغل حکومت کے تمام صوبوں کی حد بندی بیان کی ہیں، جو کہ اس نے تحصیلداروں، قانون گوؤں، پٹواریوں اور جغرافیہ دانوں کی مدد سے طے کیں۔ ابوالفضل نے صوبہ لاہور کے بارے میں لکھا ہے کہ دریائے ستلج سے دریائے سندھ تک صوبہ لاہور کا طول ایک سو اسی (۱۸۰) کوس ہے۔ شہر سے چوکنڈی تک

اس کا عرض چھیاسی (۸۶) کوس ہے۔اس صوبہ کے مشرق میں سرہند اور شمال میں کشمیر واقع ہے۔ جنوب میں بیکانیر اور اجمیر ہے۔ پچھم (جنوب) کی سمت ملتان آباد ہے۔ صوبہ لاہور میں چھ بڑے دریا ہیں جن کا سرچشمہ شمالی کوہستان ہے۔ان دریاؤں کے نام ستلج، بیاس، راوی، چناب، جہلم اور سندھ ہیں۔ دریائے ستلج اور دریائے بیاس کے درمیانی حصّہ کو بھت جالندھر نام رکھا گیا ہے۔ دریائے بیاس اور راوی کے درمیانی علاقے کو دوآبہ باری کہا گیا۔اسی طرح اکبر بادشاہ نے راوی اور چناب کے علاقے کا نام دوآبہ رچنار کھا ہے۔ اسی طرح چناب اور بھت کے درمیانی علاقے کو بھت دوآبہ اور دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیانی علاقے کو سندھ ساگر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے(۲۰) دریائے ستلج اور بیاس کا علاقہ پچاس کوس ہے۔راوی کا علاقہ سترہ کوس ہے۔

راوی اور چناب کے درمیان بیس کوس کا فاصلہ ہے(۲۱) راوی سے بیت کا علاقہ دس کوس ہے۔ جہلم سے سندھ کا فاصلہ اڑسٹھ کوس ہے(۲۲) اس صوبہ کا سب سے مشہور شہر لاہور ہے۔ جو کہ اسی صوبہ کا دارالخلافہ ہے۔ یہ دوآبہ باری میں موجود ہے۔اس میں بادشاہوں نے عالیشان عمارتیں تعمیر کیں ہیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ یہ شہر برصغیر پاک وہند کا دارالخلافہ بھی رہا ہے(۲۳)اُس وقت صوبہ لاہور میں پانچ دوآبے ہیں اور چوبیس پرگنے تھے۔اس کی پیمائش ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ پچپن ہزار پنتالیس بیگے تین بسوے تھی۔اس کی کل آمدنی پچیس کروڑ چورانوے لاکھ اٹھاون ہزار چار سو بیس درہم سمجھی جاتی تھی۔

اس صوبے کو پانچ سرکاروں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر سرکار کا الگ امیر، قاضی اور انتظام وانصرام موجود ہے۔ مثلاً سرکار جالندھر جو کہ دوآب بھت پر مشتمل ہے اور دوسری سرکار باری دوآبہ ہے۔ تیسری سرکار دوآبہ رچنا، چوتھی سرکار دوآبہ جھینٹ اور پانچویں سرکار سندھ ساگر ہے۔ہر سرکار کی آمدنی اور شہروں کا ذکر بھی آئین اکبری میں موجود ہے۔ مقامی علاقوں کی پیداوار، زبان، صنعت وحرفت اور اہم مقامات کا ذکر بھی ابوالفضل نے کیا ہے۔(۲۴)

۱۷۰۷ء میں اورنگزیب بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو اُس وقت لاہور کا گورنر منعم خان تھا اور ملتان کا گورنر معزالدین تھا جو کہ منعم خان کا بیٹا تھا(۲۵) اورنگزیب کی وفات کے بعد مغل سلطنت کمزور ہوگئی اور صوبوں میں خودمختاری کی لہر دوڑ گئی۔ تمام مغل شہنشاہوں نے لاہور کو بہت اہمیت دی، کیونکہ خاص طور پر کابل کی

طرف جاتے ہوئے تمام راستے لاہور سے ہو کر جاتے۔ اکبر کے دور حکومت میں مغل سلطنت کو استحکام حاصل ہوا تو لاہور میں قلعہ لاہور کو اکبر بادشاہ نے تعمیر کروایا۔ اور ۱۵۹۵ء(۲۶) میں اس طرح کابل جاتے ہوئے لاہور قلعہ میں چند روز قیام کرتا تھا۔ اس کے بعد جہانگیر نے اس میں توسیع کی۔ ۱۶۲۷ء میں کشمیر سے واپسی پر جہانگیر کی وفات ہوئی اور لاہور میں دفن ہوا۔ وفات کے بعد اس کا مقبرہ لاہور میں شاہ جہاں نے تعمیر کروایا۔ پھر جب بیس سال بعد اس کی بیوی نور جہاں انتقال کر گئی تو اس نے بھی جہانگیر کے قریب ہی واقع بارہ دری میں دفن ہونا بہتر سمجھا۔ جسے شاہ جہاں نے مقبرہ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

جہانگیر بادشاہ کے دور میں لاہور زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ کیونکہ چند ایک واقعات ایسے ہوئے جو کہ سلطنت کے متعلق بہت ضروری تھے۔ مثلاً جب جہانگیر ۱۶۰۵ء میں اپنے والد کی وفات کے بعد بادشاہ بنا تو اس کا بیٹا خسرو دہلی سے بھاگ کر ۱۶۰۶ء میں لاہور آ گیا۔ اس کی سرکشی کچلنے کے لیے جہانگیر کو فوری طور پر لاہور آنا اور اپنے وفادار فوجداروں اور لاہور کے گورنر کی مدد سے خسرو کو شکست دی۔ خسرو کابل کی طرف بھاگ گیا۔ جہانگیر کی فوجوں نے اسکو پکڑ کو جب باپ کی خدمت میں حاضر کیا تو وہ معافی کا طالب ہوا۔ جہانگیر نے معاف تو کر دیا لیکن لاہور جیل میں قید کروا دیا جہاں وہ کئی سال تک لاہور قلعہ میں مقیم رہا اور بعد میں مر گیا۔ جہانگیر کئی سال تک لاہور قلعہ ہیں مقیم رہا اور ۱۶۱۵ء میں واپس دہلی چلا گیا۔(۲۷)

خسرو کے تمام ساتھیوں کو مار دیا گیا۔ گوروارجن کو بھی خسرو کی مدد کرنے پر قید کر دیا گیا۔ جہاں وہ بھی بعد میں مر گیا۔ ۱۶۲۷ء میں جب جہانگیر کشمیر سے واپس آ رہا تھا تو بیمار ہو گیا اور بھمبھر کے مقام پر انتقال کر گیا۔ اگرچہ اس کی نماز جنازہ بھمبھر میں پڑھی گئی، لیکن لاہور لا کر نور جہاں کے باغ میں دفن کر دیا گیا، جہاں بعد میں عالیشان مقبرہ شاہ جہاں بادشاہ نے تعمیر کروا دیا(۲۸) نور جہاں اپنے خاوند کی یاد میں ۲۰ سال لاہور میں گزارے کیونکہ جہانگیر کے بیٹے شہریار جس کے ساتھ نور جہاں نے اپنے پہلے خاوند شیر افگن کی بیٹی کو بیاہ دیا تھا۔ اس کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی۔ لیکن شاہ جہاں جس کا اصل نام شہزادہ خرم تھا اور اس کے عقد میں فوج کے سپہ سالار مہابت خان کی بیٹی بیاہی ہوئی تھی، اس کی مدد سے جب بادشاہ بنا تو اس نے شہریار کو شکست دی کر مروا دیا۔ نور جہاں زندگی کے بیس سال جہانگیر کی وفات کے بعد اپنی بیوہ بیٹی کے ساتھ لاہور میں گزار دیے لیکن اس کے باوجود شاہ جہاں کے شاہی خزانے سے ان کی بھرپور مدد جاری رکھی(۲۹) ۴ فروری ۱۶۲۸ء کو

شہزادہ خرم شاہ جہاں کا لقب اختیار کر کے دہلی کے تخت شاہی پر براجمان ہو گیا اور اس نے ابو المظفر شہاب الدین محمد کا لقب اختیار کیا اور اس کے نام کا خطبہ اور سکہ لاہور میں بھی جاری ہوا اور پڑھا گیا۔ لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ۱۵۹۲ء میں شاہ جہاں لاہور میں پیدا ہوا۔ تاج پوشی کے وقت اس کی عمر ۳۷ سال تھی۔ آصف خان جو کہ نور جہاں کا بھائی تھا اس کی بیٹی ممتاز محل شاہ جہاں کی بیوی تھی۔ آصف خان نے جنگ تخت نشینی میں لاہور پر قبضہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ (۳۰)

۱۶۳۳ء کے موسم گرما میں شاہ جہاں لاہور آیا تو کشمیر گیا جہاں اس نے تمام گرمیاں گزاریں۔ ۱۶۳۹ء میں جب قندھار کے گورنر علی مردان خان نے شہنشاہ ایران کے خلاف بغاوت کی اور قندھار کا دوبارہ قبضہ مغل سلطنت میں دے دیا، تو علی مردان خان کے لیے شاہ جہاں استقبال کے لیے لاہور آیا اور علی مردان خان کا بڑی شان و شوکت سے شاہی دربار میں استقبال کیا گیا۔ شاہ جہاں کے وزیر آصف خان نے آخری ایام زیادہ تر لاہور میں گزارے اور اپنے عالیشان محل میں رہتا تھا۔ آصف خان ۱۰ نومبر ۱۶۴۱ء کو لاہور میں انتقال کر گیا اور وہیں جہانگیر مقبرے کے قریب ہی اسے دفن کر دیا گیا۔ اپنے لاہور کے قیام میں آصف خان سے کئی یورپی سیاح، پادریوں نے ملاقات کی اور انعام و کرام حاصل کیا۔ (۳۱)

۱۶۳۹ء میں علی مردان خان کو شاہ جہاں نے لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے دریائے راوی سے نہر کھدوا کر لاہور شہر کے ارد گرد کے علاقوں کو سیر اب کیا اور زراعت کو بہتر کیا۔ علی مردان خان نے لاہور کی ترقی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۶۴۴ء میں علی مردان خان نے بدخشاں کے علاقوں میں ایک بہت بڑی مغل فوج کے ساتھ تاراج کیا اور وسطی ایشیاء کے کئی علاقے مغل سلطنت میں شامل کئے۔

۱۶۵۰ء میں لاہور کے گورنر نے تبت اور سکردو کے علاقوں کو مغل سلطنت میں شامل کیا۔ (۳۲) ۱۶ اپریل ۱۶۵۷ء میں علی مردان خان انتقال کر گیا اور لاہور میں دفن ہوا۔

شاہ جہاں نے لاہور قلعہ میں کئی اہم اضافے کیے۔ ایران میں مختصر قیام کیا پھر لاہور میں شاہ جہاں نے شالیمار گارڈن کا خوبصورت اضافہ کیا جو کہ آج تک قائم ہے اور لاہور کی اہم تاریخی عمارت میں شامل ہے (۳۳) اس سے ظاہر ہوتا ہے لاہور سلطنت کا دارلخلافہ ہی نہیں بلکہ شاہی سلطنت میں اس کو اہم مقام حاصل تھا۔ (۳۴)

اورنگزیب جو ۱۶۵۸ء میں بادشاہ بنا، اس نے بھی لاہور کی اہمیت کو برقرار رکھا اس نے بھی موسم گرما میں کشمیر کے دورے جاری رکھے اور لاہور میں آنے اور قیام کرنے کو ترجیح دی لیکن اپنی زندگی کے آخری ۲۵ سال دکن میں گزارے اور مرہٹوں کی سازشوں اور بغاوتوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے نااہل کوتوال اس کی محنت کو ضائع کر رہے تھے۔ ۱۷۰۷ء میں اس کی وفات ہوئی اور اس کے بعد مغل سلطنت کمزور ہو گئی۔

صوبہ ملتان

ابوالفضل اس بارے میں یوں تفصیل بیان کرتا ہے: یہ صوبہ اول تمام اور سوم خلیج میں واقع ہے۔ اور ٹھٹھہ کو اس میں شامل نہ کیا جائے تو اس صوبہ کا طول خیر پور سے سیوستان تک چار سو تین کوس اور اس کا عرض خیر پور سے جہلم تک ایک سو ساٹھ کوس سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر ٹھٹھہ کو شامل کریں تو اس طور خیر پور سے کیچ مکران تک چھ سو کوس تقسیم کیا جاتا ہے۔ مشرق کی طرف سے صوبہ سرکا اس سے ملا ہوا ہے۔ شمال کی طرف شور اور جنوب میں اجمیر سے ملحق ہے۔ مغرب کی جانب صوبہ کیچ اور مکران تک پھیلا ہوا ہے۔ صوبہ ملتان میں بان کی کثرت اور خول کی وجہ سے اس کی زمین زرخیز ہے اور صوبہ پنجاب میں بھی پنجاب کے پانچ دریا آکر ملتے ہیں۔ سب دریا مل کر دریائے سندھ میں مدغم ہو جاتے ہیں۔

ملتان کا شمار قدیم شہروں میں ہوتا ہے۔ یہاں لاہور کے مقابلے میں زیادہ گرمی پڑتی ہے لیکن پھل زیادہ میٹھے ہیں۔ یہاں ایک پختہ قلعہ ہے اور ایک بلند مینار کی وجہ سے شہر کا منظر اور زیادہ دلفریب ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا حضرت شاہ رکن عالم اور دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں۔

اس صوبے میں تین سرکار ہیں اور اٹھاسی پرگنے۔ اس صوبے کی پیمائش ۳۲۷۳۹۳۲ بیگے چار سو ہے۔ صوبے کی کل آمدنی پندرہ کروڑ چودہ لاکھ ۳۶۱۹ء مربع ہے۔ سرکار ملتان میں دوآبہ باری اور آبہ چناب، دوآبہ سندھ ساگر اور بیرون پنجند شامل ہیں، جب کہ سرکار دیپالپور میں، دوآبہ جالندھر شامل ہیں۔ اور سرکار شامل ہیں۔

دوسرا حصّہ سرکار ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم زمانے میں کبھی یہ الگ سرکار اور پھر کبھی اس کو صوبہ ملتان میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ (۳۵) لیکن زیادہ تر یہ سرکار خود مختار اور جداگانہ سرکار رہی ہے۔ اس طرح سے کیچ مکران تک دو سو ستاون کوس قصبہ ماندو سے ساٹھ کوس ہے۔ اس سرکار کے مشرق کی طرف

گجرات شمال کی سمت دریائے شور اور مغرب میں کیچ و مکران واقع ہیں۔ اس سرکار میں، ٹھٹھہ، حاجکان، سیوستان، نصیرپور، کرہالہ شامل ہیں۔(۳۶)

اورنگزیب کی وفات کے بعد پنجاب

اورنگزیب کے وفات کے بعد بہادر شاہ بادشاہ بنا۔ اس نے ۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۲ء تک حکومت کی۔ ۱۷۱۱ء میں بہادر شاہ لاہور آیا اور شاہی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی اس کے بعد اس کا بیٹا جہانداد بادشاہ بنا۔ جہانداد شاہ صرف ایک سال حکومت کر سکا۔ دہلی دربار میں مختلف امراء کے گروپ بن گئے۔ لیکن سید برادران نے اس وقت دربار کا کنڑول سنبھال لیا۔ ایرانیوں نے بہادر شاہ کے وزیر فرخ سید کو ۱۷۱۳ء میں بادشاہ بنادیا۔ فرخ سید نے ۱۷۱۹ء تک حکومت کی اور فرخ سید، سید برادران کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گیا۔(۳۷)

۱۷۱۹ء میں سید برادران نے محمد شاہ کو بادشاہ بنایا تو سلطنت کو کچھ سہارا ملا۔ اگرچہ محمد شاہ نے چھ سال حکومت کی۔ اس نے سید برادران کی طاقت کو توڑ دیا لیکن سلطنت کی دیگر کمزوریوں پر قابو نہ پا سکا۔ وہ بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارتا تھا۔ اسی لیے اس کو محمد شاہ رنگیلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے دور میں مرہٹے مزید طاقت ور پڑ گئے۔ لیکن اس سے سلطنت مزید کمزور ہو گئی، اور مقامی اور غیر مسلم طاقتوں نے سلطنت میں زور پکڑنا شروع کر دیا۔ ان تمام باتوں کا اثر صوبہ لاہور پر پڑا جو سلطنت کا اہم ستون کی حیثیت تھا۔

بہادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی (۱۷۳۸ء تا ۱۷۶۰ء)

نومبر ۱۷۳۸ء میں بہادر شاہ نے پشاور پر حملہ کیا تو پشاور کے گورنر ناصر خان نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ یہ نادر شاہ سے مل گیا۔ اس کے بعد نادر شاہ مغل فوجوں کے ساتھ دریائے سندھ میں اٹک کے مقام پر آیا اور مغل بادشاہ احمد شاہ کو خط لکھا، جس میں اس نے اسے دوستی کا پیغام بھیجا۔ اس کے بعد جہلم، چناب اور راوی کو عبور کرنے کے بعد لاہور آگیا اور لاہور کے شالیمار باغ میں ڈیرے ڈال دیئے اور لاہور کے گورنر ذکریہ خان کو طلب کیا۔ ذکریہ خان بھاری جرمانے کے ساتھ نادر شاہ کے دربار میں شالیمار میں حاظر ہوا اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ ناصر خان اور زکریہ خان جتوئی نے نادر شاہ کے حملے سے قبل ہی مغل بادشاہ کو آگاہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد ۱۴ فروری ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ نے اپنی فوج کے ساتھ کرنال کے میدان میں پڑاؤ ڈالا اور احمد شاہ ابدالی اور مغل فوج کے درمیان تین دن جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار احمد شاہ بذات خود بادشاہ کے پاس

حاضر ہوا، اور فوجوں کے سامنے ابتدا میں دونوں بادشاہ بغل گیر ہوئے اور ان کے بعد دونوں بادشاہوں کی فوجوں نے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں دو ہفتے کے قیام کے دوران احمد شاہ ابدالی نے دہلی کے شاہی محل میں ایک ہفتہ قیام کیا اور اس کے بعد بادشاہ کی درخواست پر معافی کا اعلان کیا۔ دہلی کا تمام مال و دولت جو بادشاہوں سے حاصل کی تھی، بشمول تختِ طاؤس، نادر شاہ کابل واپس آ گیا۔ واپسی پر اس نے لاہور کے گورنر ذکریہ خان کو طلب کیا اور اسکو ۲۰ لاکھ سالانہ خرچ ادا کرنے پر آمادہ کیا، اور پھر کابل واپس چلا گیا۔

بادشاہ کے اس حملے سے مغل سلطنت کو اگرچہ مرہٹوں اور جاٹوں سے نجات مل گئی اور وہ نادر شاہ کے جانے کے بعد پھر سر اٹھا نہ سکے اور بعض مغل سلطنت مزید کمزوری کا شکار ہو گئی۔ لاہور کا خزانہ خالی ہو گیا اور سکھوں کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہو گیا۔ (۳۸)

نادر شاہ کے جانے کے بعد سکھوں نے دلیوال (Daliwal) کے مقام پر، جو دریائے راوی پر واقع ہے، پر ایک قلعہ تعمیر کیا اور یہاں سے قلعہ بند ہو کر اور قلعہ سے باہر جا کر لاہور کے ارد گرد کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد مال و دولت لوٹ کر واپس آئے۔ (۳۹) نواب زکریا خان تیس سال تک صوبہ لاہور کے گورنر رہے اور مغل بادشاہ کی وفات ۴ اپریل ۱۷۴۸ء کو ہوئی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا احمد شاہ مغل بادشاہ بنا۔ (۴۰)

نواب زکریا کی وفات ۱۷۴۶ء میں ہوئی۔ بہادر شاہ کو جون ۱۷۴۷ء میں قندھار کے قریب قتل کر دیا گیا تو اس کی جگہ احمد شاہ ابدالی بادشاہ بنا۔ احمد شاہ ابدالی نے بھی پنجاب کے نئے گورنر سے تاوان وصول کرنا شروع کر دیا۔ پھر اس کے ساتھ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، شکارپور اور جنوبی افغان شمال پر بھی احمد شاہ ابدالی نے اپنی بادشاہت قائم کر لی۔ (۴۱) پھر اس کے بعد کافی عرصہ ابدالی نے راوی اور چناب کے علاقوں کو فتح کیا اور مال و دولت لوٹ کر کابل چلا گیا۔ (۴۲)

زکریہ خان کے بعد میر محسن الملک کو پنجاب کا نیا گورنر بنایا گیا۔ اس کو میر مانو کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (۴۳) اس نے شروع شروع میں سکھوں کی لوٹ مار کو کافی کنٹرول کیا، لیکن جب احمد شاہ ابدالی کے حملوں کی وجہ سے پنجاب کے امن و امان میں خلل پڑا تو سکھوں نے پھر زور پکڑ لیا۔ ۱۷۵۲ء میں ابدالی نے لاہور پر حملہ کیا۔ لاہور کے گورنر نے مقابلہ کیا لیکن جب اس کی فوجوں کو شکست ہوئی تو اس نے ابدالی کی بادشاہت کو قبول کر لیا۔ لاہور کے گورنر سے بھاری رقوم وصول کرنے کے بعد ابدالی کابل چلا گیا۔ (۴۰)

اس طرح پنجاب مزید کمزور ہو گیا اور سکھوں کی سازشوں کا شکار ہو گیا۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری جنگ ہوئی۔ مرہٹوں اور جاٹوں کی فوجوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کی فوجوں نے لڑائی میں حصہ لیا۔ ابدالی کی ۵۰ ہزار کی فوج نے مرہٹوں اور ان کے مجاہدوں کی تین لاکھ سے زائد فوج کو شکست دی۔ ابدالی فتح حاصل کرنے کے بعد دہلی آیا اور دہلی میں مغل امراء کی ریشہ دوانیوں کو دیکھ واپس افغانستان چلا گیا۔ اس طرح پنجاب میں سکھّوں کے لیے میدان مزید صاف ہو گیا اور مغل گورنر مزید کمزور ہو گئے۔(۴۵) اگرچہ ابدالی نے خواجہ عبید خان کو گورنر لاہور مقرر کیا لیکن وہ بھی سکھّوں کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہا۔

سکھ دورِ حکومت(۱۷۹۹ءتا۱۸۴۹ء)

احمد شاہ ابدالی کی واپسی کے بعد لاہور کا گورنر بہت کمزور ہو گیا۔ اس کے خلاف سکھ جتھوں نے اعلان بغاوت کر دیا۔ مسلمانوں میں بھی نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ ان کے تین گروہ بن گئے۔ تین سکھ جتھوں کے مابین بھی اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی۔ ان میں سے دو جتھے لاہور پر قبضہ کرنے کے زیادہ خواہش مند تھے۔ ایک جتھے کی سربراہی سردار جیت سنگھ کر رہا تھا جب کہ دوسرا جتھا سردار رنجیت سنگھ کی سربراہی میں سرگرمِ عمل تھا۔ تین مسلمان سرداروں میں سے ایک سردار، اجیت سنگھ کی حمایت کرنے لگا۔ جب کہ دوسرا مسلمان سردار میاں عاشق محمد، رنجیت سنگھ کی حمایت کرنے لگے۔ آخر کار نوجوان رنجیت سنگھ اور ان دو مسلمان سرداروں کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا کہ ۱۳ صفر المصفر ۱۲۱۵ء ہجری (۱۷۹۹ء) کی صبح ۸ بجے لوہاری گیٹ سے رنجیت سنگھ لاہور شہر قلعے میں داخل ہو گا اور شہر پر قبضہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سردار جیت سنگھ کو اس وقت علم ہوا جب لاہور شہر پر رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو چکا تھا۔ تو باامر مجبوری جیت سنگھ کو رنجیت سنگھ سے صلح کرنا پڑی اور اسے لاہور کے نواحی علاقوں میں ایک گاؤں بطور جاگیر عطا کر دیا گیا۔ اس طرح لاہور پر رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو گیا اور سکھ دورِ حکومت شروع ہو گیا۔(۴۶)

اس وقت پنجاب کے دیگر شہروں کی صورت حال کچھ یوں تھی: قصور، جو کہ لاہور سے ۲۵ کوس جنوب مشرق کی طرف واقع ہے، جہاں پٹھان مہاجرین کی بڑی تعداد رہتی تھی، اس کا امیر نظام الدین خان تھا۔ شہر جس کو اس وقت چک گورو کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، پر گلاب سنگھ بفل کی حکومت تھی۔

ملتان پر اس وقت مظفر خان سدوزئی کی حکومت تھی، جس کے والد شجاع خان کا تعلق احمد شاہ ابدالی کے خاندان سے تھا، جو کہ قندھار سے ہجرت کر کے نادر شاہ کے حملے کے بعد ملتان آ گئے۔ ڈیرہ جات پر اس وقت عبد الصمد خان کی حکومت تھی۔ منکیرہ، کوہاٹ بنوں اور ارد گرد کے علاقوں پر احمد شاہ نواز خان معین الدولہ کی حکومت تھی۔ ٹانک کا علاقہ پسر ور خان کائی خیل کے قبضہ میں تھا۔ یہ لوگ افغان تھے، جنہوں نے نادر شاہ کے حملے کے باہر والے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ڈیرہ غازی خان، بہاولپور اور ملتان کے باہر والے علاقوں پر بہاول خان داؤد نے قبضہ کر لیا۔ جھنگ پر احمد خان سیال نے قبضہ کر لیا اور دریائی علاقہ چشم خان بارکزئی کے کنٹرول میں تھا۔ اس کے بھائی عظیم خان کی کشمیر پر حکومت تھی۔ اٹک قلعہ پر قبضہ وزیر خیلی قبیلہ کے جہانداد خان کا تھا۔ کانگڑہ کے پہاڑی علاقے راجہ سنسار چاند کے قبضہ میں تھے۔ چنبہ کا علاقہ راجہ چرت سنگھ کے پاس تھا۔ ہوشیار پور سے کپور تھلہ کا تمام علاقہ فتح سنگھ کے پاس تھا جو کہ بعد میں رنجیت سنگھ کا پگڑی بھائی بن گیا۔ ستلج اور بیاس کے درمیانی علاقوں پر سکھوں کے مختلف گروہ جن کو مُثل کے نام سے یاد کیا گیا، مختلف مسلمان امراء کے قبضے میں تھے اور وہ اپنے اپنے علاقوں پر حکمران تھے۔ (۴۷)

اسی دوران رنجیت سنگھ لاہور میں اپنی قوت کو مضبوط کرنے میں لگا رہا۔ ۱۸۰۷ء میں لاہور کے مشرق میں ۱۰ کوس کے فاصلے پر موضع بھاسن کے مقام پر تین سکھ سرداروں اور دو مسلمان امراء کی سربراہی میں ایک بہت بڑی فوج نے امرتسر سے آ کر پڑاؤ ڈالا۔ رنجیت سنگھ اپنی فوج لے کر اس کے مقابلے کے لئے آیا۔ دو مہینے تک دونوں فوجوں نے پڑاؤ کیا۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپیں تو ہوتی رہیں لیکن بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ مسلمان فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ منتشر ہو گئے۔ لاہور واپسی پر برطانوی کمیٹی کے نمائندہ یوسف علی خان نے انگریزوں کا ایک خط ایک ہزار روپے تحفہ کے طور پر رنجیت سنگھ کی خدمت میں پیش کیا۔ رنجیت سنگھ نے بعد انعام واکرام کے برطانوی ایجنٹ کو رخصت کیا۔ (۴۸)

اگلے سال ۱۸۰۱ء میں رنجیت سنگھ نے مہاراجہ کا خطاب اپنایا اور مغلوں کے دربار کی طرح اپنا دربار سجایا اور حکم نامہ جاری کیا جس کے تحت خواص اور عوام کو ہدایت جاری کی گئی کہ رنجیت سنگھ کو اب ''سرکار'' کے لقب سے پکارا جائے اور فارسی میں اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ اس طرح روپیہ کا سکہ بھی جاری کیا گیا۔ لاہور شہر اور دیگر علاقوں کے مسلمان طبقوں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا گیا۔ امام بخش کو لاہور کا کوتوال

مقرر کیا گیا۔(۴۹)۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ نے ملتان پر حملہ کیا۔ ملتان کے نواب مظفر خان نے مختصر مقابلے کے بعد رنجیت سنگھ کی سربراہی قبول کرلی اور کابل بھی لاہور کا باج گزار بن گیا۔ پھر اسی سال اس نے امرتسر کو فتح کرلیا۔(۵۰)

اس کے بعد سکّھ سرداروں نے رنجیت سنگھ اور اس کے والد سردار مہاسنگھ کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ والد لاہور پر حملہ کرے اور دوسرے سکّھ سردار اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ لیکن رنجیت سنگھ کی بہتر حکمتِ عملی نے باپ بیٹے کے درمیان صلح پیدا کردی اور جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔ بیٹے نے باپ کا لاہور میں استقبال کیا اور معاملہ ختم ہوگیا۔ اس کے بعد رنجیت سنگھ نے مشرقی پنجاب کے سکھ سرداروں کو بھی اپنی حکمت عملی سے ساتھ ملالیا اور حکومت لاہور کے ماتحت لے آیا۔

۱۸۰۲ء میں قصور کے نواب نظام الدین خان جائیداد کے جھگڑے میں قتل کردیئے گئے تو ان کا بھائی قطب الدین قصور کا نواب بن گیا۔ رنجیت سنگھ موقع محل کی تلاش میں تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر قصور پر چڑھائی کردی اور قطب الدین، رنجیت سنگھ کا وفادار بن گیا۔ ۱۸۰۳ء میں رنجیت سنگھ نے جھنگ کے علاقے کو زیر نگیں کرلیا۔(۵۱)۱۸۰۵ء میں رنجیت سنگھ نے دریائے چناب اور دریائے جہلم کے درمیانی علاقوں پر مسلم نوابوں اور وڈیروں کو اپنے ماتحت کرلیا اور وہ اس کے ساتھ مل گئے۔(۵۲)

انگریزوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں رنجیت سنگھ دہلی کے آس پاس کے علاقوں پر حملہ نہ کرے۔ انہوں نے ایک انگریز کو سفیر کے بہانے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ رنجیت سنگھ کو اس کا علم ہوگیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان بات چیت ہوگئی تو انگریزوں اور رنجیت سنگھ کے درمیان یکم جنوری ۱۸۰۶ء کو ایک معاہدہ طے پاگیا جس کے تحت طے پایا کہ انگریز پنجاب میں مداخلت نہیں کریں گے اور رنجیت سنگھ پنجاب سے آگے تک کے علاقوں میں مداخلت نہیں کرے گا۔(۵۳)

اس سے رنجیت سنگھ کو لاہور اور ملتان کے علاقوں میں اپنی عملداری بحال کرنے میں بہت مدد ملی۔ رنجیت سنگھ نے ملتان اور پشاور کے علاقوں کو ۱۸۹۹ء اور ۱۸۲۶ء کے دوران اپنے قبضہ میں کرلیا۔(۵۴)

سید احمد شہید کی تحریک (۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۱ء)

۱۸۲۷ء میں بریلی کے سید احمد پشاور میں داخل ہوئے اور دریائے سندھ کا علاقہ اپنے قبضے میں کر کے اسلامی نظام نافذ کر دیا۔(۵۵) رنجیت سنگھ نے ایک مضبوط فوج دریائے سندھ پر سید احمد کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجی۔ خیر آباد کے مقام پر جنگ میں سید احمد کی فوجوں کو شکست ہو گئی لیکن اسلامی افواج نے دیگر علاقوں میں اپنی سر گرمیوں کو جاری رکھا۔ ۱۸۳۰ء میں اسلامی نظام کو بحال کیا تو پشاور کے حکمران سلطان محمد خان کو اپنا نائب بنالیا۔ پشاور میں سید احمد نے اپنا خاص نمائندہ اور خطیب مقرر کیا۔ جنہیں سید احمد کے جانے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ رنجیت سنگھ نے صوبہ کشمیر، صوبہ لاہور اور صوبہ ملتان پر قبضہ مضبوط کر لیا۔ اور یوں وہ سندھ اور کابل پر حملہ کرنے کے بارے بھی سوچ رہا تھا، لیکن انگریز جن کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت انگریزی ریذیڈنٹ افسر بھی امرتسر اور لدھیانہ میں تعینات تھا، بعد میں شملہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا گورنر جنرل گرمیوں کے مہینے گزارنے آتا تھا۔(۵۶) وہ نہیں چاہتے تھے کہ رنجیت سنگھ سندھ اور کابل پر قابض ہو اس لئے ۱۸۳۷ء میں انگریزوں اور سندھ کے حکمرانوں کے مابین معاہدہ ہو گیا۔ اس معاہدے کے تحت سندھ کے حکمران انگریزوں کے ماتحت آ گئے۔ بعد میں انگریزوں اور ان کی افواج کو کابل کے خلاف خفیہ کارروائیوں میں سندھ حکومت نے معاونت فراہم کی۔ اس گٹھ جوڑ کی وجہ سے سید احمد کی تحریک کمزور پڑ گئی اور سکھ فوجوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ بعد میں ہزارہ کے علاقے بالاکوٹ میں سکھوں کے خلاف ایک جنگ میں آپ شہید ہو گئے۔(۵۷)

رنجیت سنگھ کی وفات اور سکھ حکومت کا خاتمہ

۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ فوت ہو گیا، تو اقتدار اس کے بیٹے کھڑک سنگھ کو منتقل ہوا۔(۵۸) کھڑک سنگھ زیادہ تر اپنا وقت شراب نوشی اور رنگ رلیوں میں گزارتا۔ اس لیے اس کی بیوی چاند نور بھی اس سے دل برداشتہ ہو گئی۔ پورے صوبے میں سِکھّوں کے مختلف گروہ لوٹ مار میں مصروف رہتے۔ حتیٰ کہ کھڑک سنگھ کے خلاف بھی سازش کرنے لگے۔ بالآخر تین ماہ کے اقتدار کے بعد اس کے ۱۸ سالہ بیٹے نونہال سنگھ مہاراجہ بنا دیا گیا۔ اس کی والدہ چاند نور بھی اس کے ساتھ حکومت میں شریک ہو گئی۔(۵۹) اس کا دور بھی مختصر ثابت ہوا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۴۱ء کو اس کو ہٹا کر شیر سنگھ کو لاہور کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ وہ بھی عیش و عشرت میں

مصروف رہا۔(٦٠) کشمیر میں ۱۸۴۳ء میں اس کی جگہ دلیپ سنگھ نے لے لی۔(٦١) اس کے بعد رانی چنداں کے بھائی سردار جواہر سنگھ کو لاہور کا مہاراجہ بنایا گیا۔ان سب کے باوجود پنجاب میں امن وامان کا بہت بڑا مسئلہ تھا۔لاہور پنجاب اور پسرور میں کئی چھوٹے چھوٹے مسلمان اور سکھ حکمران اپنے اپنے علاقوں کے حکمران بن گئے۔اس صورت حال میں انگریز کمپنی جو صورت حال کا پہلے ہی بغور جائزہ لے رہی تھی، نے پنجاب اور سندھ کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔اور ۱۸۴۵ء کے آخر میں لارڈ ڈیسوزی کی سربراہی میں پنجاب میں فوجی مہم شروع کی گئی۔(٦٢) امرتسر کی طرف سے پہلی سکھ انگریز جنگ فیروز پور کے مقام پر ۱۸ دسمبر ۱۸۴۵ء میں لڑی گئی جس میں انگریزوں کو فتح ہوئی۔ سکھ مہاراجہ نے لاہور دربار میں ۱۸۴۶ء کو انگریزوں کا استقبال کیا۔(٦٣) سکھ انگریز جنگ ۱۸۴۶ء اور ۱۸۴۷ء میں انگریزوں نے ملتان کے گورنر جرنل راج کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا۔(٦٤) آخر کار انگریزوں نے پورے سرحد اور پنجاب کو ۱۸۴۹ء تک اپنے زیر نگیں کر لیا۔ جس کا اعلان لاہور میں گورنر جنرل کے اعلان مورخہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو کیا گیا۔(٦٥) مہاراجہ دلیپ سنگھ کو سر جان لوگن کی اطاعت میں بنگال فوج کے حوالے کر دیا گیا، جہاں سے بعد میں اسے اپنے والد کے ہمراہ انگلستان روانہ کر دیا گیا۔(٦٦) گورنر جنرل کی طرف سے لاہور میں بورڈ کی تشکیل کی گئی جس میں سول سروس کے کئی انگریز افسران کو شامل کیا گیا، اس بورڈ نے لاہور میں پورے صوبہ پنجاب اور سرحد کے انتظام کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لئے مختلف محکموں کی بنیاد ڈالی اور صوبے کے تمام شہروں کو انتہائی نئے سرے سے تشکیل دیا۔(٦٧)

دسمبر ۱۸۸٦ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن لاہور میں بنایا گیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کو پنجاب پبلک لائبریری بنائی گئی۔دراصل ۱۸۵۸ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ پاس کیا جس کے تحت انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کر کے ہندوستان کو براہ راست ملکہ برطانیہ کے ماتحت کر دیا گیا اور گورنر جنرل ہند کو برطانوی راج کا نمائندہ (یعنی وائسرائے) قرار دیا گیا۔ سر چارلس ایچی سن (Sir Charles Aitchison) کو پنجاب کا لیفٹیننٹ گورنر مقرر کیا گیا۔(٦٨) ۲ اپریل ۱۸۸۷ء کو نئے لیفٹیننٹ گورنر سر جیمز براڈوڈ کو پنجاب کا نیا گورنر مقرر کیا گیا۔(٦٩) اس سے پہلے ۱۸۸۷ء کو ملکہ وکٹوریہ کے پچاس سالہ دور حکومت کے سلسلہ میں

لاہور، پشاور اور لودھیانہ، وزیر آباد اور پنجاب کے دیگر شہروں میں جشن کا انعقاد کیا گیا اور ملکہ برطانیہ کے لیے دعائیں کی گئیں۔(۷۰)

نومبر ۱۸۸۸ء کو وائسرائے ہند لارڈ ڈرون اپنی بیگم کے ہمراہ لاہور آئے اور پنجاب کے مسلم، سکھ اور ہندو امراء نے بھرپور استقبال کیا، انجمن اسلامیہ لاہور نے بھی ایک دلفریب تقریب کا اہتمام کیا جس میں لارڈ ڈرون نے فارسی میں خطاب کیا۔(۷۱) اگلے ماہ یعنی دسمبر ۱۸۸۵ء میں لارڈ ڈرون نے استعفٰی دے دیا اور ان کی جگہ لارڈ لارنس ڈاڈن نئے وائسرائے ہند مقرر ہوئے۔(۷۲)

برطانوی دور حکومت میں بھی پنجاب کی اہمیت برقرار رہی جو وائسرائے بن کر آتا، وہ پہلی فرصت میں لاہور ضرور آتا۔ اسی طرح لارڈ لارنس ڈاڈن جو اگلے سال ۲۳ نومبر ۱۸۸۹ء کو لاہور آئے تو ریلوے اسٹیشن پر لاہور کے گورنر اور مسلم اور غیر مسلم امراء، رئیسوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا اور پھر وائسرائے نے پشاور تک کے تمام علاقوں کا دورہ کیا۔(۷۳)

پنجاب یونیورسٹی کی ایک تقریب سے وائسرائے نے خطاب کیا۔ جس میں چانسلر سر جیمز لائل اور وائس چانسلر ڈبلیو، ایچ، رٹیگن نے وائسرائے کا بھرپور استقبال کیا۔ ۱۸۸۹ء میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر کا چارج سنبھال لیا گیا۔ ۱۸۹۰ء میں جب ملکہ برطانیہ نے ہندوستان کا دورہ کیا تو لاہور میں ان کا بھرپور استقبال کیا گیا۔(۷۴) پشاور میں بھی ان کا بھرپور استقبال کیا گیا۔(۷۵)

پنجاب کی زراعت کو بہتر کرنے کے لیے انگریز نے کئی اقدامات اٹھائے۔ بڑی اور چھوٹی نہریں کھدوائیں۔ جس سے دریا کے پانی کو مختلف علاقوں کو دیا اور پنجاب کی سرزمین کو سیراب کیا گیا کہ زراعت فروغ پا سکے۔ مغل دور حکومت میں سوکھی ہوئی نہروں کو دوبارہ سے نکالا گیا تاکہ زراعت ترقی کرے۔(۷۶)

ریاست کشمیر کا زیادہ تر حصہ چونکہ پنجاب کے ساتھ منسلک تھا۔ اس لیے پنجاب کے انگریز حکمران اسی طرح کشمیر کے معاملے میں دلچسپی لے رہے تھے جس طرح مغل دور حکومت میں لاہور کا گورنر دلچسپی رکھتا تھا۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۸۵ء کو جب مہاراجہ کشمیر مہاراجہ زبیر سنگھ کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کے بڑے بیٹے پرتاب سنگھ نے لی۔ انگریز ریذیڈنٹ آفیسر نے اس موقع پر کشمیر کے معاملات میں مداخلت شروع کی اور جدید اصلاحات کا مفہوم نئے مہاراجہ کو پیش کیا پھر انگریز نے اپنے نمائندے کے عہدے کو بدل کر ریڈنٹ کر دیا

جس پر پرتاب سنگھ نے کوئی مزاحمت نہیں کی تو انگریز حکومت نے دباؤ ڈالا کہ نئی اصلاحات نافذ کی جائیں۔ پھر ایک ریجنل کونسل تشکیل دی گئی جس کے تحت نئی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ پھر کشمیر کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ جس طرح پنجاب میں انگریزوں نے ریل کا جال بچھا دیا ہے، اسی طرح سری نگر کو نئی ریلوے لائنیں مہیا کی جائیں اس کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے مطابق راولپنڈی سے کہوٹہ اور پھر کہوٹہ سے سری نگر ریلوے لائین منظور کی گئی لیکن اس پر پاکستان بننے تک عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ تاہم انگریز حکومت نے راولپنڈی سے براستہ مری منظور کر لیا پھر سری نگر تک روڈ تعمیر کی۔ لاہور سری نگر سے پہلے گلگت تک بھی روڈ تعمیر کی۔ اس سلسلے میں ایگزیکٹیو انجینئر لارڈ جانسن نے اہم کام کیا۔(۷۷)

سکھوں کو کشمیر کی طرح بعض دیگر ریاستیں عطا کرنے میں بھی انگریز حکومت نے اہم کردار ادا کیا۔ جب کہ ۲۴ نومبر ۱۸۹۰ء کو کپور تھلہ کے ریاست کے مہاراجہ راجہ جگت جیت سنگھ کو ریاست کے انتظام کرنے کا عملی اختیار سونپا گیا۔ جس کا اعلان پنجاب کے گورنر سر جیمز لائل نے ایک شاندار تقریب میں کپور تھلہ آکر کیا اور ملکہ برطانیہ کی طرف سے باقاعدہ اعلان کیا جس کے جواب میں مہاراجہ جگت جیت سنگھ نے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح پنجاب کی دیگر ریاستوں میں بھی کیا تاکہ وہاں کی سکھ آبادی مسلم آبادی کے کنٹرول میں رہے۔(۷۸)

پنجاب پر انگریزوں کے قبضہ کرنے کی مہم میں مسلمانوں نے زیادہ تر انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اس کی وجہ رنجیت سنگھ نہیں تھا لیکن اس کی خالصہ سرکار زیادہ تر مسلمانوں کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف تھی۔ خالصہ سرکار رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے خلاف ہو گئی تھی۔(۷۹)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل انگریز حکومت نے بڑی تیزی کے ساتھ سرحد پنجاب کے علاقوں میں سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ سرحدی علاقوں میں اہم فوجی بیرکیں تعمیر کیں اور فوجی یونٹس تعینات کیے اور افغانستان کے ساتھ بارڈرز کو محفوظ بنا دیا تاکہ افغانوں کو کنٹرول میں رکھا جائے اور وہ سرحد اور پنجاب میں داخل نہ ہو سکیں۔ تمام قبائلی علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھایا۔ مواصلات کو بہتر کرنے کے لئے تمام شہروں میں ٹیلی گراف کا نظام متعارف کرایا اور تمام شہروں کو ٹیلی گراف کے ذریعہ لاہور سے منسلک کر دیا۔(۸۰)

یوں پنجاب کے شہروں کا نظام بہتر کر دیا۔ ہر ضلع میں ایک انگریز ڈپٹی کمشنر مقرر کر دیا۔ ڈپٹی کمشنر دن کا زیادہ حصہ شہر یا قصبوں کا گھوڑے پر سوار ہو کر گزارتا اور لوگوں کے معاملات اور جھگڑوں کو نمٹاتا جاتا۔ لوگوں کے ساتھ بعض اوقات ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھ کر معاملات طے کرتا یا کوئی بیٹھک لگا کر لوگوں کی شکایتیں سنتا تھا۔ اسی طرح وہ انصاف کے ساتھ حکومت کرتا۔(۸۱) بعض نئے شہر انگریزوں نے آباد کیے۔ جیسا کہ لائل پور (فیصل آباد)، منٹگمری (ساہیوال) وغیرہ۔ یوں پنجاب میں سڑکوں کا جال بچھا دیا تاکہ زراعت کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے پنجاب کو خوشحال بنا دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے آغاز سے پہلے انگریز نے پنجاب اور سرحد پر اپنا پورا قبضہ جما لیا۔ بلکہ صوبے کو خوش کر دیا اور اس سے انہوں نے مسلمانوں اور سکھوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اسی لیے جنگ ۱۸۵۷ء کے موسم بہار میں ایک فوجی یونٹ میں ہندوستان میں سپاہیوں نے بغاوت کی تو پنجاب کے سپاہی انگریز کے ساتھ تھے۔ راولپنڈی، لاہور، ملتان اور دیگر علاقوں میں کچھ بغاوت کے آثار پیدا ہوئے لیکن انگریزوں نے آسانی کے ساتھ ان پر قابو کیا۔(۸۲)

برطانوی راج کا عروج (۱۸۵۹ء تا ۱۹۱۹)

اسی دوران انگریزوں نے پنجاب اور سرحد میں بہت سے ترقیاتی کام جاری کیے اور اہم پالیسی فیصلے کئے جس کے مطابق مندرجہ ذیل رہنما اصولوں پر عمل کیا گیا:۔

۱۔ عیسائیت کو ریاستی پالیسی سے الگ کر دیا۔

۲۔ پنجاب اور دوسرے علاقوں میں سڑکوں، ریلوے، ڈاک اور ٹیلی گراف، نہروں، سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور عدالتوں کے نظام کو بہتر کیا۔

۳۔ پیداوار کو بڑھا کر کسان کی زندگی کو بہتر کیا۔

۴۔ پنجاب سے زیادہ سے زیادہ فوجی بھرتی کرنا تاکہ وہ انگریز راج کو مستحکم کر سکے۔(۸۳)

اسی پالیسی کے مطابق انگریزوں نے پنجاب میں نئے شہر آباد کرنے شروع کر دئے اور بڑے شہروں کے ساتھ چھوٹے شہر بھی بسانے شروع کیے۔ ایک شمارے کے مطابق ۱۸۸۱ء میں پنجاب میں ۱۶۸ چھوٹے

شہر تھے جو کہ ۱۹۲۹ء میں بڑھ کر ۱۸۵ ہو گئے۔اور یہ ایسے چھوٹے شہر تھے جن کی آبادی کم سے کم تھی۔اس پالیسی کے تحت ۱۹۲۱ء میں مسلمانوں کی آبادی کافی بڑھ گئی۔

مذہبی لحاظ سے ۱۹۲۱ء میں مسلمانوں کی آبادی بڑھ کر ۵۱% ہو گئی۔ جبکہ ہندو آبادی ۳۵% تھی، سکھ آبادی ۲.۰۴% تھی اور عیسائی صرف ۱.۳% تھے۔(۸۴)

صوبہ سرحد کا قیام

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب ۱۸۴۹ء میں سرحد پر قبضہ کیا تو برطانوی راج کے تحت بھی اسے ۱۹۰۱ء تک پنجاب کا حصہ ہی رکھا۔ تاہم سرحد کے علاقوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا۔ایک وہ علاقے جن پر ڈپٹی کمشنر کا براہ راست کنٹرول تھا اور دوسرا وہ علاقے جن کو قبائلی علاقہ پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعے کنٹرول کیا گیا۔ جب تمام علاقوں پر فوجی کنٹرول مستحکم ہو گیا تو وائسرائے لارڈ کرزن نے ۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو سرحد (NWFP) کے نام سے علیحدہ صوبہ قرار دے دیا۔ جس کا باقاعدہ اعلان اگلے سال یعنی ۱۹۰۲ء میں کیا گیا۔ لیکن برطانوی راج کا یہ صوبہ ایک نچلے درجے کا صوبہ ہی رہا۔اس کا سربراہ ایک چیف کمشنر ہوتا تھا۔اگرچہ صوبہ کا درجہ مل گیا لیکن چیف کمشنر نے یہاں کے عوام پر بہت سختی کی اور انہیں کسی قسم کی سیاسی سرگرمی کی اجازت نہیں دی گئی۔ اگرچہ ۱۹۰۹ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ بھی پشاور میں کھولی گئی لیکن اس کے بعد بند کر دی گئی۔ ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی شاخ بنی لیکن اس کو بھی سیاسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی گئی۔تاہم سیاسی دباؤ بڑھتا گیا اور ۱۹۳۲ء میں دوسرے صوبوں کی طرح مکمل صوبہ بحال ہوا۔ ۱۹۳۷ء اور پھر ۱۹۴۶ء میں انتخابات ہوئے۔ جولائی ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم کے نتیجے میں اس صوبے کو پاکستان میں شامل کیا گیا۔(۸۵)

سرحد کے علیحدہ ہونے کے بعد پنجاب (۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء)

۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد سرحد کو پنجاب سے الگ کر دیا گیا، تو سرحد کا کنٹرول لاہور کے بجائے کلکتہ سے براہ راست کیا جانے لگا کیونکہ سرحد چیف کمشنر وائسرائے کے براہِ راست نگرانی میں آ گیا۔اس کی سب سے بڑی وجہ روس کے افغانستان میں بڑھتے ہوئے اثر رسوخ تھا۔(۸۶) دوسری وجہ پنجاب میں کانگریس کی شاخ کے قیام کی وجہ سے سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ تھا۔ انگریز نہیں چاہتے تھے کہ سرحد

میں ایسی سر گرمیاں شروع ہوں۔ پھر ۱۸۸۸ء میں محبوب عالم نے لاہور میں 'پیسہ اخبار' کے نام سے ایک اخبار شروع کیا، جس نے پنجاب میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۰ء میں محبوب عالم نے یورپ کا دورہ کیا۔ اور انگلستان، اٹلی، جرمنی، فرانس کے ممالک کے سیاسی اور تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا اور پھر واپس آکر قسط وار چھاپا۔ اِس سے پنجاب کے عوام کے سیاسی شعور میں اضافہ ہوا۔ پھر خاس طور سے مسلمانوں میں ان وجوہات کی وجہ سے گورنر پنجاب کو ہدایات جاری کی گئیں کہ وہ پنجاب کے حالات پر گہری نظر رکھیں۔(۸۷)

اگرچہ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام ڈھاکہ میں ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوا لیکن پنجاب میں ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء کو لاہور کے پڑھے لکھے مسلمان نوجوانوں نے محمڈن ہال میں ایک میٹنگ کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی ایک ایسی انجمن بنائی جائے، جو ان کے حقوق و مفادات کا تحفظ کر سکے۔ اس تجویز کی حمایت فضل حسین بیرسٹر، 'پیسہ اخبار' کے مالک محبوب عالم اور دیگر مسلمان زعمانے کی۔ اسی فیصلہ کے مطابق انڈین مسلم لیگ کا قیام ۷ مئی ۱۹۰۶ء کو ہوا۔ اگرچہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے بعد ہی مسلم لیگ کا الحاق مرکزی لیگ میں ہو گیا، لیکن یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ پنجاب نے سب سے پہلے عوام کی ترقی کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا۔(۸۸)

اس سیاسی بیداری کی وجہ سے لاہور میں دسمبر ۱۹۰۹ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا بھی اجلاس ہوا۔ یہ آغاز تھا پنجاب کی سیاسی بیداری کا۔ ۱۹۰۹ء کی اصلاحات کے مطابق پنجاب لجسلیٹیو کونسل کے ممبران میں اضافہ کر دیا گیا۔ جس سے سیاسی شعور میں مزید اضافہ ہوا۔

۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء کے دوران پہلی جنگ عظیم لڑی گئی۔ اِس میں پنجاب سے مسلمان اور سکھ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ بھرتی کیے گئے۔ خاص طور پر مسلمان۔ اس جنگ کے دوران برطانوی افواج میں ساٹھ فی صد حصہ پنجاب کے مسلمانوں پر مشتمل تھا، جس کی وجہ سے انگریزوں کو اس جنگ عظیم میں فتح حاصل ہوئی۔ اسی جنگ میں انگریزوں نے سلطنت عثمانیہ کے کئی علاقوں میں پنجاب کے سپاہیوں کی وجہ سے کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ جنگ تو انگریزوں نے جیت لی لیکن اس جنگ کے دوران شہری علاقوں کے تعلیم یافتہ علاقوں کے مسلمانوں میں سیاسی شعور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے انگریزوں کا ساتھ دینے پر سوالیہ نشان

بھی لگایا۔اس ہیجان کو روکنے کے لیے انگریز سرکار نے ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ پاس کیا جس کے تحت سیاسی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے دسمبر ۱۹۱۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا۔ جس کو لکھنؤ پیکٹ ۱۹۱۶ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس کے تحت مسلمانوں اور ہندوؤں کو مل کر انگریز سرکار کے خلاف تحریک آزادی چلانی تھی تا کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان آزاد ہوں اور یہ مل کر متحدہ حکومت بنا سکیں۔اس تحریک کا پورے ہندوستان پر اثر ہوا اور یوں اس تحریک کا آغاز ہوا جس کے تحت پنجاب کے شہر امرتسر میں ۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء کو ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔اِس میں آزادی کا نعرہ لگایا گیا۔ لیکن جنرل ڈائر نے حملہ کر دیا جس میں ۴۰۰ سے زیادہ لوگ شہید ہو گئے اور دس ہزار کے قریب زخمی ہوئے۔اس سے سیاسی ہیجان مزید بڑھا اور انگریز نے سخت اقدامات اُٹھائے۔ قائد اعظم اور مہاتما گاندھی نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔

ایسی صورت حال میں پنجاب کے عوام کو اس تقسیم سے نجات کے لیے پنجاب میں میاں فضل حسین نے یونینسٹ پارٹی کے قیام کا اعلان ۱۹۲۳ء میں کیا، جس سے پنجاب عرصے تک اس تقسیم سے بچ گیا۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں یونینسٹ پارٹی کامیاب ہو گئی اور مسلم لیگ شکست کھا گئی اور پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت اپریل ۱۹۳۷ء میں معرض وجود میں آئی لیکن کانگریس کے لیڈروں نے اپنے رویئے میں تبدیلی نہیں کی اور سر سکندر حیات جناح کے زیادہ قریب ہو گئے۔ مسلم لیگ اجلاس (۱۹۳۷ء) میں بھی سکندر حیات نے شرکت کی اور سکندر جناح پیکٹ طے پایا جس کے تحت سکندر نے آل انڈیا معاملات میں ساتھ دیا۔ اس سے پنجاب میں صورت حال بدلنا شروع ہو گئی۔ ۱۹۴۲ء میں سکندر حیات کی وفات کے بعد مسلم لیگ پنجاب میں زیادہ مقبول ہو گئی۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ پنجاب کے انتخابات میں بھی جیت گئی اور اس طرح ۳ جون ۱۹۴۷ء کے منصوبہ کے تحت پنجاب نے پاکستان میں شمولیت اختیار کی۔

پنجاب اور پاکستان

پاکستان بنانے میں پنجاب کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ۲۲-۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس لاہور میں قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوا، ۲۳ مارچ کو قرارداد پاکستان پیش کی گئی اور

طے کیا گیا کہ شمال مغرب کے چار صوبے یعنی صوبہ سرحد، صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کو ملا کر مغربی پاکستان بنایا جب کہ اور شمال مشرق کے چار صوبے یعنی بنگال اور آسام کو ملا کر مشرقی پاکستان بنایا جائے گا۔ اس طرح پاکستان، مشرقی اور مغربی حصوں پر مشتمل ہو گا۔ دراصل اس سے دس سال قبل مفکر پاکستان علامہ اقبال جن کا تعلق بھی پنجاب سے تھا اور وہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے انہوں نے مسلم ریاست کا تصور اپنے آل انڈیا مسلم لیگ کے الہ آباد کے اجلاس سے خطاب میں پیش کر دیا تھا۔ قائد اعظم نے اس منصوبہ کو عملی جامعہ پہنانے کے لیے انگریزوں سے بات چیت کی لیکن کانگریسی لیڈروں نے اس کی مخالفت کی لیکن ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو ۹۰ فیصد مسلم سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ اِس سے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی پوزیشن بہتر ہو گئی۔ خاص طور پر پنجاب میں۔ حالات سے مجبور ہو کر برطانوی ہند کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ قائد اعظم، گاندھی، نہرو اور دیگر رہنماؤں کے مذاکرات کے نتیجے میں ۳جون ۱۹۴۷ء کا منصوبہ طے پا گیا۔ اِس کے تحت ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ پنجاب کا پورا صوبہ پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا۔ اگرچہ قائد اعظم نے وائسرائے ہند پر بہت زور دیا کہ پنجاب کو تقسیم نہ کیا جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ قائد اعظم کو مجبوراً تقسیم پنجاب فارمولا قبول کرنا پڑا۔ مغربی پنجاب کو پاکستان میں شامل کیا گیا اور مشرقی پنجاب کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔(۸۹)

حوالہ جات

1. Rajmohan Gandhi, *Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten*, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, p. 15.

۲۔ علامہ ابو الفضل، آئین اکبری، اردو مترجم مولوی محمد فدا علی، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۷، ص ۱۰۱۸۔۱۰۰۹۔

3. *Encyclopaedia Britannica*, 11th ed. 2011, vol. 22, p. 892.
4. *World Book*, Vol.10, Chicago, 2010, p.241.
5. Ibid.
6. A. H. Dani, *Indian Palaeography*, Oxford University Press, 1986 (First published in 1963)
7. Ibid.
8. Ibid.
9. Ibid.

۱۰۔ تاریخ فرشتہ، جلد اوّل ص۔۹۱، ۹۲۔

۱۱۔ تاریخ فرشتہ، جلد اوّل ص۔۹۱۳۔۱۵۷۔

۱۲۔ تاریخ فرشتہ، جلد اوّل ص۔۶۵۱۔۱۸۶۔

13. S.M. Ikram, A History of Muslim Civilization in India and Pakistan, Lahore, Islamic Culture, 1985, p. 32-34.
14. Latif, A History of the Punjab, p.95

۱۵۔ ابوالفضل، آئین اکبری، ص۱۰۳۶۔۱۰۴۵

16. Ibid.
17. Latif, p.104.
18 Ibid.
19. Latif, p. 116-122

۲۰۔ ابوالفضل، آئین اکبری، ص۱۰۱۸۔۱۰۱۹

۲۱۔ ابوالفضل، آئین اکبری، ص۱۰۱۹۔

۲۲۔ ایضاً آئین اکبری، ص۱۰۲۰

۲۳۔ ایضاً ص۱۰۲۲

۲۴۔ ایضاً ص۱۰۲۲۔۱۰۳۶

25. Rajmohan Gandhi, Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, p. 53.

۲۶۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب (مع حالاتِ شہر لاہور)، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۰ئ) ص۲۸۔

27. Latif, pp. 150-151.
28. Ibid.
29. Ibid.
30. Latif, pp. 160-163.
31. Ibid. pp. 165-168.
32. Latif, pp. 169.
33. Latif, p. 170.
34. Latif, pp. 171-173.

۳۵۔ ابوالفضل، آئین اکبری، ایضاً۔

36. S.M. Ikram, A History of Muslim Civilization in India and Pakistan, pp. 455-458.
37. Ibid.
38. Latif, pp. 200-210.
39. Ibid.
40. Latif, pp. 319-320.

41. Ibid, pp. 223.
42. Ibid, pp. 220-221.
43. Ibid, pp. 223.
44. Latif, pp. 223.
45. Latif, pp. 236-238.
46. Latif, pp. 350-351
47. Latif, pp. 350-351.
48. Latif, pp.350-351.
49. Latif, pp. 353.
50. Rajmohan Gandhi, Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, p. 134.
51. Latif, p. 354.
52. Ibid, pp. 358-359.
53. Ibid, p. 363
54. Latif, p. 363
55. Ibid, pp. 439-490
56. Ibid, p. 437

۵۷۔ شیخ محمد اکرم، موجِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۲۰۱۴۔ ص ۳۳

58. Latif, p. 493.
59. Ibid, p. 499.
60. Ibid, p. 507.
61. Latif, p. 520.
62. Ibid, p. 539.
63. Ibid, p. 554.
64. Ibid, pp. 556-557.
65. Ibid, p. 572.
66. Latif, p. 573.
67. Ibid, pp. 606-607.
68. Ibid.
69. Ibid, p. 609.
70. Ibid, pp. 608-609.
71. Latif, p. 610.
72. Ibid, p. 612.
73. Ibid, p. 613.
74. Ibid, pp. 614-615.
75. Ibid, p. 617.
76. Latif, pp. 620-621.
77. Ibid, pp. 621-624.

78. Latif, pp. 626-635.
79. Rajmohan Gandhi, Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, pp. 194-195.
80. Rajmohan Gandhi, Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, pp. 194-195.
81. Ibid, p. 207.
82. Ibid, pp. 207-211.
83. Rajmohan Gandhi, Punjab: A History from Aurengzeb to Mountbatten, New Delhi, Aleph Book Company, 2013, pp. 240.
84. Ibid, p. 240.
85. See Dr. Riaz Ahmad, The Punjab Muslim League 1906-1947. See ref. Police Islamabad, NIHCR, Quaid-i-Azam University, 2008.
86. See Gandhi's Punjab, p. 262.
87. Riaz Ahmad, p. 1-4
88. See M.H. Syed, Encyclopaedia of Modern Journalism and Mass Media, p. 268.
89. See Indian Annual Report 1947, Vol. I, New Delhi, Asian Publishing House, p. 268-269